تدبرِ قرآن

۱۰۶

القریش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورہ کا عمود، سابق سورہ سے تعلّق اور ترتیبِ بیان

یہ سورہ سابق سورہ ——— الفیل ——— کی توام ہے۔ اس کی تفسیر میں ہم دونوں سورتوں کے عمود کی طرف ایک جامع اشارہ کر چکے ہیں۔ یہاں مختصر الفاظ میں یوں سمجھیے کہ قریش بیت اللہ کے ساتھ جس نوعیت کی وابستگی رکھتے تھے وہ ان پر واضح کر کے اس کے فطری حق کا ان سے مطالبہ کیا گیا ہے۔

سابق سورہ میں یہ دکھایا ہے کہ اس سرزمین میں ان کو جو امن حاصل ہے وہ اسی گھر کی بدولت حاصل ہے۔ اس سورہ میں یہ دکھایا ہے کہ اس سرزمین میں ان کو رزق کے جو وسائل حاصل ہیں ان کی راہیں بھی اسی گھر کی بدولت کھلی ہیں۔ اس وجہ سے حق ہے کہ وہ اس گھر کے خداوند کی عبادت کریں، اس کے اس حق میں بلا دلیل دوسروں کو شریک نہ کریں۔

ایک اچھی حکومت سے شہریوں کو جو برکتیں حاصل ہوتی ہیں ان میں سرِفہرست یہی دو چیزیں ہیں: امن اور رزق۔ سرزمینِ مکہ میں یہ دونوں برکتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بدولت قریش کو بیت اللہ ہی کے طفیل حاصل ہوئیں۔ اس کا فطری حق یہی تھا کہ ان کی وابستگی کلیتہً اللہ وحدہٗ لا شریک کے ساتھ ہوتی لیکن قریش نے شرک میں مبتلا ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بنائے ہوئے گھر میں دوسرے فرضی دیویوں دیوتاؤں کو لا بٹھایا۔ ان کو بتایا جا رہا ہے کہ اس گھر کے ساتھ اپنی وابستگی کی نوعیت کو نہ بھولیں۔ یہ گھر انھیں خدا ہی نے امانت میں دیا تھا۔ اسی کی بدولت انھیں امن بھی حاصل ہوا اور اسی کے فیض سے رزق کی راہیں بھی کشادہ ہوئیں۔ اگر انھوں نے اس گھر کے رب کی ناشکری کی تو یاد رکھیں کہ اس گھر کی پاسبانی کا شرف بھی کھو بیٹھیں گے اور ساتھ ہی وہ تمام روحانی و مادی برکتیں بھی جو اس گھر کی بدولت انھیں حاصل ہیں۔

سورہ میں پہلے اس وابستگی کی خاص نوعیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو قریش کو سرزمینِ مکّہ اور بیت اللہ کے ساتھ حاصل ہوئی۔ پھر ان کے ان تجارتی سفروں کے ساتھ ان کی وابستگی کا حوالہ دیا ہے جو سردیوں اور گرمیوں میں بالالتزام وہ کرتے اور جن پر ان کی تمام معاشی آسودگی کا انحصار

تھا۔ ان کی معاشی زندگی میں خون کی گردش انہی تجارتی سفروں سے تھی اور ان کی کامیابی کی ضمانت ان کو بیت اللہ کے متولّی ہونے کی بدولت حاصل تھی۔ اس شرف سے محروم ہو کر وہ یہ درجہ نہیں حاصل کر سکتے تھے کہ جو راستے دوسروں کے لیے غیر محفوظ تھے ان میں ان کے تجارتی قافلوں کی حفاظت کے لیے راہ کے قبائل بدرقہ فراہم کریں۔

سُورَةُ قُرَیْشٍ

مَكِّيَّةٌ — اٰیات : ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۙ﴿۱﴾ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۚ﴿۲﴾ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۙ﴿۳﴾ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۧ﴿۴﴾

آیات ۱-۴

ع ۱ — ۳۱

ترجمۂ آیات ۱-۴

بوجہ اس وابستگی کے جو قریش کو ہے۔ اس وابستگی کے سبب سے جو سردی اور گرمی کے سفر کے ساتھ ان کو ہے۔ پس چاہیے کہ وہ اس گھر کے خداوند کی عبادت کریں جس نے انھیں قحط کے سبب سے کھلایا اور خوف کے سبب سے امن بخشا۔ ۱-۴

الفاظ و اسالیب کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ (۱)

ایلاف کا مفہوم

'الف المکانَ والفہ ایلافا' کے معنی ہوں گے 'تعوّدہ واستانس بہ' وہ اس جگہ کا عادی اور اس سے مانوس ہے۔

'الفتہ مکان کذا ایلافا' کے معنی ہوں گے 'جعلتہ یا لفہ' میں نے اس جگہ سے اس کو مانوس کر لیا۔

'الفہ موالفۃ والافا' کے معنی ہیں 'انسہ دعاشرہ' وہ اس سے مانوس ہوا، اس کے ساتھ رہا سہا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ 'ایلاف' ہو یا 'الاف' دونوں ہی صورتوں میں معنی کے لحاظ سے کوئی خاص فرق نہیں ہوگا۔ اس کا اصل مفہوم اُنس، تعلق اور وابستگی ہے۔ اگرچہ 'لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ' کے مجمل الفاظ سے یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ قریش کی کس چیز کے ساتھ وابستگی زیر بحث ہے لیکن آگے 'رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ' اور 'فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ' کے الفاظ سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہاں ان مفادات کے ساتھ ان کی وابستگی زیر بحث ہے جو انھیں بیت اللہ کے تعلق اور اس کی خدمت و تولیت کی بدولت حاصل ہوئے۔

گویا اس سورہ میں قریش کو یہ یاد دہانی کی جا رہی ہے کہ انھیں مکہ میں یا پورے ملکِ عرب میں جو عظمت و وقار اور اس کے نتیجہ میں جو غیر معمولی دنیوی مفادات حاصل ہیں ان میں اصلی دخل ان کی ذہانت و قابلیت اور ان کے حسنِ تدبیر و تدبر کو نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس گھر کے ساتھ تعلق و وابستگی کو ہے۔ اس وجہ سے ان پر واجب ہے کہ وہ اس گھر اور اس کے مالک کے ساتھ اپنے تعلق کی نوعیت کو ہمیشہ یاد رکھیں، اپنی دنیوی کامیابیوں کے نشہ میں ان حقوق و فرائض کو نہ بھول بیٹھیں جو اس گھر اور اس کے خداوند سے متعلق ان پر عائد ہوتے ہیں۔

اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ (۲)

اجمال کے بعد تفصیل

یہ سابق 'اِیلاف' سے بدل ہے۔ پہلے بات مجمل طور پر کہہ کر نا تمام چھوڑ دی ہے تاکہ سننے والوں میں سوال پیدا ہو جائے کہ قریش کی کونسی وابستگی، کس پہلو سے زیر بحث ہے؟ یہ اسلوبِ کلام قرآن میں بعض دوسرے مقامات میں بھی اختیار کیا گیا ہے۔ اس کا پہلا فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ مخاطب بات

کو سننے کے لیے بیدار ہو جاتا ہے اور دوسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی نوعیت اجمال کے بعد گویا تفصیل کی ہوتی ہے اس وجہ سے بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتی ہے۔

قریش کے تجارتی سفروں کی نوعیت

فرمایا کہ یہاں خاص طور پر قریش کی جس وابستگی کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے وہ ان کی وہ وابستگی ہے جو ان کو اپنے گرمی و سردی کے دونوں تجارتی سفروں کے ساتھ ہے۔ یہ واضح رہے کہ سردیوں میں قریش کے تجارتی قافلے یمن کا سفر کرتے اور گرمیوں میں شام و فلسطین کا۔ ان تجارتی قافلوں کے ساتھ پوری قوم کا مال اور سرمایہ ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں بہت سے تاجر ایسے ہوتے جو دوسروں کے ایجنٹ کے طور پر کام کرتے اور ان کے واسطہ سے وہ لوگ بھی اس نفع بخش تجارت میں حصہ دار بن جاتے جو خود یہ کام نہیں کر سکتے تھے۔ یہی سفر درحقیقت اہلِ مکہ کی تمام دولت و ثروت کا ذریعہ تھے۔ اسی طرح ان کی تمام قابلِ فروخت اشیاء دوسری منڈیوں میں پہنچتیں اور دوسرے بازاروں کی ضروری اشیاء ان کے صارفین کو حاصل ہوتیں۔ یہ تجارتی گزرگاہیں قریش کے لیے رگِ جان کی حیثیت رکھتی تھیں۔ اگرچہ یہ بین الاقوامی گزرگاہیں تھیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ صحیح معنوں میں محفوظ صرف قریش کے لیے تھیں، دوسروں کو ان میں وہ تحفظ نہیں حاصل تھا جو قریش کو حاصل تھا۔ دوسروں کے قافلے ان میں علانیہ لُٹ جاتے، ان کو قدم قدم پر راہ میں واقع قبیلوں سے اجازت حاصل کرنی پڑتی اور اس کے لیے بھاری بھاری معاوضے ادا کرنے پڑتے، لیکن قریش کے لیے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ وہ اپنے تمام سامانِ تجارت کے ساتھ بے خطر گزرتے اور کسی کا ان سے تعرض کرنا تو درکنار راہ کے قبائل اپنے اپنے حدود میں ان کے لیے بدرقہ فراہم کرتے کہ یہ لوگ بیت اللہ کے خادم، اس کے متولی اور حاجیوں کی خدمت کرنے والے ہیں۔ اسی نسبت کو قرآن نے یہاں یاد دلایا ہے کہ اپنی دنیوی کامیابیوں کے نشہ میں اس گھر کے رب کو نہ بھولو، تمہاری دنیوی کامیابیاں بھی اسی گھر کے طفیل سے ہیں اور اسی وقت تک تم ان کے حقدار ہو جب تک تم اس گھر کے وفادار ہو۔

بیت اللہ کے ساتھ قریش کے تعلق کی تاریخ

قریش کے متعلق یہ بات یاد رکھیے کہ بیت اللہ کے ساتھ ان کے تعلق کی نوعیت یہ نہیں ہے کہ باہر سے کوئی قبیلہ آیا ہو، وہ مکہ میں بسا ہو اور پھر اس گھر کا متولی بن بیٹھا ہو بلکہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس گھر کو تعمیر کیا اسی وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی ذریت کو اس گھر کے پاس بسایا تاکہ یہ اس مشن کو پورا کریں جو اس گھر کے ساتھ وابستہ ہے اور اسی وقت ان کے لیے امن اور رزق کی دعا کی جس کی برکات کا ذکر سابق سورہ میں بھی ہوا اور اس سورہ میں بھی آ رہا ہے۔ گویا قریش کو ان کی تاریخ یاد دلائی جا رہی ہے کہ اس گھر کے ساتھ ان کا تعلق اتفاقی نہیں بلکہ ایک خاص مشن اور مقصد پر مبنی اور شرائط کے ساتھ مشروط ہے جس کو وفاداری کے ساتھ نباہتے ہی میں ان کی دنیا اور آخرت کی فلاح ہے۔ اگر وہ اس کو بھول بیٹھے تو سب کچھ کھو بیٹھیں گے۔ سورۂ ابراہیم میں اس حقیقت

کی یاد دہانی یوں فرمائی گئی ہے :

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ	اور یاد کرو جب کہ ابراہیم نے دعا کی ، اے
هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ	میرے رب! اس سرزمین کو امن کی سرزمین بنا
نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ	اور مجھ کو اور میرے بیٹوں کو اس بات سے محفوظ
كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ	رکھ کہ ہم بتوں کو پوجیں۔ اے میرے رب!
فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ	ان بتوں نے لوگوں میں سے ایک خلق کثیر کو
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ	گمراہ کر رکھا ہے۔ پس جو میری پیروی کریں
مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ	وہ تو مجھ سے ہیں اور جو میری نافرمانی کریں تو
عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا	تو غفور رّحیم ہے۔ اے ہمارے رب! میں
لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ	نے اپنی ذرّیّت میں سے کچھ کو ایک بن کھیتی
اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ	کی وادی میں، تیرے محترم گھر کے پاس، بسایا
اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ	ہے تاکہ وہ نماز کا اہتمام کریں تو تو لوگوں کے
لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝	دل ان کی طرف مائل کر اور ان کو پھلوں کی
(ابرٰھیم - ۱۴ : ۳۵ - ۳۷)	روزی دے تاکہ وہ تیرے شکر گزار رہیں۔

ان آیات سے واضح ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی ذرّیّت کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کے جوار میں جو بسایا تو ان مقاصد کی تکمیل کے لیے بسایا جو اس گھر کی تعمیر سے مدنظر تھے۔ اسی مقصد کی خاطر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لیے امن و رزق اور مرجعیتِ خلق کی دعا فرمائی جو قبول ہوئی اور ہر دور میں ان کو یہ نعمتیں حاصل رہیں۔ اسی چیز کی یہاں قریش کو یاد دہانی فرمائی ہے کہ اس گھر کے ساتھ اپنے اس تعلق کو نہ بھولو، آج بھی تمہیں جو مرجعیتِ خلق حاصل ہے اور جس سے اپنے تجارتی سفروں میں فائدہ اٹھا رہے ہو اسی گھر کی برکت سے ہے۔ یہ انتہائی ناسپاسی ہوگی کہ اس کے تعلق سے تمہیں جو دنیوی فوائد حاصل ہیں ان سے تو بہرہ مند رہو اور اس کے جو حقوق و فرائض تم پر عائد ہوتے ہیں ان کو یکسر فراموش کر دو۔ یہ گھر خدائے واحد کی بندگی کے لیے تعمیر ہوا۔ اس کے مقصدِ تعمیر میں یہ بات شامل ہے کہ بتوں کی پرستش کی لعنت سے خلق کو بچایا جائے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی وجہ سے اس کو الگ تھلگ ایک وادی غیر ذی زرع میں بنایا لیکن تم نے اس کے کونے کونے میں بتوں کو لا بسایا یہاں تک کہ اب خدا تو اس گھر میں بالکل اجنبی ہو کے رہ گیا ہے البتہ اہتمام کی خدائی اس کے ہر گوشہ پر قائم ہے۔

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۙ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ (۳-۴)

اب یہ حق بیان فرمایا ہے اس رزق اور امن کا جو اس گھر سے وابستگی کی بدولت ان کو حاصل ہوا۔ فرمایا کہ جب ان کو رزق اور امن دونوں اسی گھر کے خداوند نے بخشے تو اس کا حق یہ ہے کہ وہ اس گھر کے خداوند ہی کی بندگی کریں۔ یہ امر واضح رہے کہ شرک کی تمام آلودگیوں کے باوجود قریش اس گھر کے خداوند سے ناآشنا نہیں ہوئے تھے۔ اپنے بتوں میں سے کسی کو بھی وہ اس گھر کا خداوند نہیں سمجھتے تھے۔ عبدالمطلب نے جو دعا ابرہہ کے حملہ کے موقع پر، جبلِ حرا پر کی اور جو سابق سورہ کی تفسیر میں مذکور ہوئی ہے، اس کو پڑھیے۔ اس میں اس گھر کی حفاظت کے لیے جو استغاثہ انھوں نے کیا ہے وہ تمام تر اس گھر کے خداوند ہی سے کیا ہے۔ اس میں کوئی ادنیٰ اشارہ بھی بتوں میں سے کسی کی طرف نہیں ہے۔ ان بتوں کی حیثیت ان کے نزدیک، جیسا کہ ہم جگہ جگہ اشارہ کرتے آ رہے ہیں، اس سے زیادہ کچھ نہیں تھی کہ ان کو وہ خدا کے تقرب کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اپنا خالق و مالک اور بیت اللہ کا رب وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے تھے۔ ان کے اس عقیدے میں کوئی فرق کبھی نہیں آیا۔

نعمتوں کا حق

'اَلَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ'۔ اس ٹکڑے میں 'مِنْ' میرے نزدیک سببیہ ہے اور 'جوع' اور 'خوف' کے الفاظ خاص مفہوم میں استعمال ہوئے ہیں۔ 'جوع' سے مراد کسی علاقہ کی وہ خاص حالت ہے جو غذائی اشیاء و اجناس کی قلت یا نایابی سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح 'خوف' سے کسی علاقہ کی وہ حالت مراد ہے جو امن و امان کے فقدان اور جان و مال کے عدم تحفظ سے رونما ہوتی ہے۔ یہ دونوں لفظ قرآن مجید میں اس خاص مفہوم میں استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً:

'جوع' اور 'خوف' کا خاص مفہوم

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ط (البقرۃ - ۲ : ۱۵۵)

اور ہم تمہارا امتحان کریں گے کسی قدر خوف، بھوک اور مالوں، جانوں اور پھلوں کی کمی سے۔

یہ علاقہ، جس میں حرم واقع ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آمد اور بیت اللہ کی تعمیر سے پہلے امن سے بھی، جیسا کہ تفصیل گزری، محروم تھا اور غذائی وسائل سے بھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نعمتوں سے اس علاقہ کو بیت اللہ کی برکت سے بہرہ ور کیا۔ قرآن میں اس کا ذکر جگہ جگہ قریش پر احسان کے طور پر ہوا ہے، مثلاً فرمایا ہے:

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ (القصص - ۲۸ : ۵۷)

کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان کے لیے تو ایک مامون حرم پیدا نہیں کیا جس کی طرف ہر قسم کی پیداواریں کھنچی چلی آ رہی ہیں۔

سورۂ عنکبوت میں فرمایا ہے:

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا	کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان کے لیے
حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ	تو ایک مامون حرم بنا یا اور لوگوں کا حال
النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ط	یہ ہے کہ وہ ان کے اردگرد سے اچک لیے
(العنکبوت - ۲۹ : ۶۷)	جاتے ہیں۔

یہی بات جامع الفاظ میں اس سورہ میں فرمائی ہے کہ وہ اس گھر کے خداوند کی عبادت کریں جس نے غذائی اجناس کی نایابی کے سبب سے ان کے لیے غذائی ضروریات کا سامان کیا اور جان ومال کے عدم تحفّظ کے سبب سے ان کے لیے امن وامان فراہم کیا ـــــ مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں ان کو اس سرزمین میں حاصل ہیں تو اللہ تعالیٰ کی عنایت ہی سے حاصل ہیں۔ ان کے سبب سے استکبار میں مبتلا ہونے کے بجائے ان پر اپنے رب کا شکر واجب ہے اور شکر کا تقاضا رب کی بندگی اور اطاعت ہے نہ کہ نافرمانی وسرکشی۔

اللہ تعالیٰ کی مدد سے ان سطور پر اس سورہ کی تفسیر تمام ہوئی۔ فالحمد للہ حمداً کثیراً۔

لاہور

۲۱ - مئی ۱۹۸۰ء

۶ - رجب ۱۴۰۰ھ